حوالہ جات

(۱) (روح المعانی ص ۸۷ ج ۱ مفسر: شہاب الدین محمود آلوسی بغدادی)

(۲) (بیضاوی ص ۶ ج ۱ مفسر: عبداللہ بن عمر شیرازی)

(۳) (تفسیر معارف القرآن ص ۴۲ ج ۱ مفسر: مفتی محمد شفیع صاحب)

(۴) (احسن البیان ج ۱ ص ۷۹-۸۰ مفسر: محمد ادریس ذاہری)

(۵) (تفسیر احسن البیان ص ۹۶ ج ۱ مفسر: محمد ادریس ذاہری)

(۶) (سورۃ الجن آیت ۲۹)

(۷) (سورۃ توبہ پارہ ۱۰)

(۸) (تفسیر احسن البیان ص ۴۳ ج ۱ مفسر: محمد ادریس ذاہری)

(۹) (سورۃ ہود پارہ ۱۲)

(۱۰) (تفسیر احسن البیان ص ۴۳ ج ۱ مفسر: محمد ادریس ذاہری)

(۱۱) (تفسیر احسن البیان ص ۷۳ ج ۱ مفسر: محمد ادریس ذاہری)

(۱۲) (تفسیر احسن البیان ص ۷۱ ج ۱ مفسر: محمد ادریس ذاہری)

(۱۳) (الدر المنثور ص ۱۵ ج ۱ مفسر: جلال الدین سیوطی)

(۱۴) (تفسیر مظہری ص ۱۵ جلد ۱ مفسر: قاضی ثناء اللہ پانی پتی)

(۱۵) (تفسیر نعیمی ص ۹۹ ج ۱ مفسر: مفتی احمد یار نعیمی)

(۱۶) (تفسیر احسن البیان ص ۳۶۳ ج ۱ مفسر: محمد ادریس ذاہری)

(۱۷) (تفسیر احسن البیان ص ۳۶۳ ج ۱ مفسر: محمد ادریس ذاہری)

(۱۸) (تفسیر احسن البیان ص ۵۹ ج ۱ مفسر: محمد ادریس ذاہری)

(۱۹) (تفسیر احسن البیان ص ۵۹ ج ۱ مفسر: محمد ادریس ذاہری)

(۲۰) (تفسیر احسن البیان ص ۹۱ ج ۱ مفسر: محمد ادریس ذاہری)

ڈاکٹر محمد طاہر القادری اور تفسیر منہاج القرآن

نصیر احمد

ریسرچ اسکالر، شعبہ علوم اسلامی، جامعہ کراچی

تعارف مفسر

ولادت

ڈاکٹر محمد طاہر القادری 19 فروری 1951ء کو جھنگ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا نام محمد طاہر ہے۔ بعد میں شیخ سید علاء الدین القادری کے دست اقدس پر بیعت ہونے کے بعد ''القادری'' کا اضافہ ہوا۔ اس طرح آپ محمد طاہر القادری کے نام سے معروف و مشہور ہوئے۔

دنیوی تعلیم

1955ء میں پرائمری تعلیم کا آغاز سیکرڈ ہارٹ ہائی سکول جھنگ صدر سے کیا۔ میٹرک کا امتحان 1966ء میں اسلامیہ ہائی سکول جھنگ سے فرسٹ ڈویژن میں پاس کیا۔ میٹرک کرنے کے بعد گورنمنٹ ڈگری کالج فیصل آباد میں داخلہ لے لیا۔ 1969ء میں ایف ایس سی (پری میڈیکل) کا امتحان فرسٹ ڈویژن میں پاس کیا۔

1970ء میں بی اے کا امتحان پنجاب یونیورسٹی سے فرسٹ ڈویژن میں امتیازی حیثیت سے پاس کیا۔

1972ء میں ایم اسلامیات (Islamic Studies) کیا۔ امتحان میں امتیازی پوزیشن لینے پر پنجاب یونیورسٹی نے آپ کو گولڈ میڈل دیا۔

1975ء میں ایل ایل بی کا امتحان بھی فرسٹ ڈویژن میں پاس کیا۔

اپریل 1986ء میں اسلامی قانون فلسفہ عقوبات (Punishment in islam their classefication and philosopy) کے موضوع پر تحقیقی مقالہ لکھنے پر پی ایچ ڈی کی ڈگری دینے کا نوٹیفکیشن جاری ہوا۔ آپ کے دنیوی تعلیم کے اساتذہ میں ڈاکٹر برہان احمد فاروقی، ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی اور ڈاکٹر نذیر رومانی شامل ہیں۔

دینی تعلیم

1963ء میں آپ والد محترم کے ساتھ حج بیت اللہ کے لیے روانہ ہوئے، اسی حاضری کے دوران مدینہ منورہ میں مقیم مولانا ضیاء الدین احمد مدنی نے رسم بسم اللہ سے آپ کی دینی تعلیم کا آغاز کیا۔ 1963ء ہی میں جامعہ قطبیہ رضویہ میں تعلیمات

اسلامیہ کے حصول کے لیے داخلہ لیا۔ 1966ء میں باقاعدہ قیام کے ساتھ مدرسہ میں پڑھائی جاری رہی اور یہ سلسلہ 1969ء تک جاری رہا اس دوران مولانا عبدالرشید جھنگوی سے پڑھتے رہے۔

پنجاب یونیورسٹی میں قیام کے دوران حتی المقدور علامہ سید احمد ابوالبرکات کے دروس حدیث میں شرکت کیا کرتے تھے۔ جبکہ اسی دوران اسلامی فلسفہ کی تعلیم آپ نے ڈاکٹر برہان احمد فاروقی سے حاصل کی۔

دینی علوم کے اساتذہ میں السید طاہر علاءالدین القادری، علامہ سردار احمد (محدث اعظم پاکستان)، السید عبدالمعبود جیلانی شامل ہیں۔

بیعت ارشاد و انقلاب

1966ء ڈاکٹر صاحب نے سید طاہر علاؤالدین القادری کے دست اقدس پر بیعت کی۔ پیر طاہر علاؤالدین 18 ربیع الاول 1352ھ کو عراق کے دارالحکومت بغداد میں پیدا ہوئے، آپ نے شاہراہ الرشید پر واقع مسجد سلطان علی میں تعلیم حاصل کی۔

آپ 1956ء میں پاکستان آئے۔ پہلے آپ داتا گنج بخش علی ہجویری کے مزار پر حاضر ہوئے یہاں چلہ کشی کی، پھر کوئٹہ میں سکونت اختیار کی۔

مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خان، مولانا مفتی تقدس علی خان، محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد، علامہ سید احمد کاظمی اور دیگر مشائخ اہلسنت آپ کا بہت احترام کرتے تھے۔ آپ نے سلسلہ قادریہ کی سرپرستی فرمائی اور عالم اسلام کے علاوہ امریکہ، یورپ کے تبلیغی دورے بھی کیے۔ پھر ڈاکٹر صاحب نے 1976ء میں آپ کے ہاتھ پر بیعت انقلاب کی تھی۔ ؎

7 جون 1991ء بروز جمعۃ المبارک آپ اس دار فانی سے رخصت ہوئے، آپ کی نماز جنازہ کراچی میں ڈاکٹر محمد طاہر القادری جبکہ لاہور میں پیر محمد کرم شاہ الازھری نے پڑھائی۔

تحریک تبلیغ

آپ کو رب تعالی نے تعبیر کلام تقریر کا ملکہ عطا فرمایا ہے۔ سو آپ نے تقریر کو انداز تبلیغ کے طور پر اپنایا۔ 1980ء میں شادمان کالونی سے درس قرآن کا آغاز کیا اور یہیں سے تحریک منہاج القرآن کی بنیاد ڈالی گئی۔ 1982ء سے 1989ء تک اتفاق مسجد ماڈل ٹاؤن میں خطبات جمعہ دیے۔

آپ نے رمضان المبارک، ربیع الاول اور عظیم دنوں کے موقع پر عالمی کانفرنس منعقد کی ہیں۔ اس وقت شہر اعتکاف میں ہزاروں لوگ تزکیہ نفس کیلئے مرکز پر اعتکاف کرتے ہیں۔ اور میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موقع پر لاکھوں کی تعداد میں لوگ بینار پاکستان عالمی میلاد کانفرنس میں شرکت کرتے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب اندرون وبیرون ملک تبلیغی دورے کرتے آئے ہیں تحریک منہاج القرآن اس وقت 80 سے زائد ممالک میں تبلیغ دین کر رہی ہے اور دیار غیر میں متعدد اسلامک سینٹر کام کر رہے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے جن موضوعات پر تبلیغ کی ہے ان میں سے چند یہ ہیں۔ دروس قرآن، عشق رسول، دروس تصوف، میلاد النبی، عقیدہ ختم نبوت، دورہ بخاری، مقام رسالت وحجیت

حدیث شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ، دورہ بخاری مسلم ان کے علاوہ بے شمار موضوعات آپ نے سیر حاصل گفتگو کی ہے۔ آپ کے لیکچر کی تعداد 6000 سے زائد ہو چکی ہے۔

تعلیمی خدمات

1983ء میں اتفاق اسلامک اکیڈمی کی پہلی کلاس کا آغاز ہوا، اور اسی سال ماڈل ٹاؤن میں ادارہ منہاج القرآن کے لیے جگہ لے کر کام شروع کیا گیا۔ اس ادارہ سے فارغ التحصیل طلباء اندرون و بیرون ملک تبلیغ دین میں مصروف ہیں۔ منہاج کالج آف کمپیوٹر سائنسز اینڈ کامرس میں ماسٹر لیول تک تعلیم دی جاتی ہے۔ تیسرا بڑا تعلیمی ادارہ منہاج گرلز کالج ہے اس کے علاوہ پاکستان میں منہاج ماڈل سکولز اور تحفیظ القرآن کے ادارے کام کر رہے ہیں۔

تعلیمی ادارے

یونیورسٹی کی تعداد = 1   کالجز کی تعداد = 41   سکولز کی تعداد = 572

جامعہ امام ابی حنیفہ کا افتتاح ہونے والا ہے، جس میں ہزاروں طلباء علم دین و دنیا حاصل کریں گے۔

فلاحی خدمات

اعداد و شمار کے مطابق فلاحی کاموں میں تحریک منہاج القرآن اہم کردار ادا کر رہی ہے۔

فری ڈسپنسریز کی تعداد =102   ایمبولینس سروسز کی تعداد =20   شہر اجتماعی شادیاں کی تعداد =300

اس کے علاوہ سیلاب و زلزلہ زدگان کی امداد بھی کی گئی ہے، یتیم بچوں کے لیے "آغوش" ادارہ قائم کیا گیا اور یتیم بچیوں کے لیے "بیت الزہراء" قائم کیا جا رہا ہے۔

تاریخ ساز اقدامات، عقیدہ ختم نبوت

آپ نے ایک سو آیات قرآنیہ اور 250 سے زائد احادیث سے عقیدہ ختم نبوت ثابت کر کے ایک تاریخی کارنامہ سر انجام دیا ہے جسے ہر طبقہ نے خوب سراہا۔

ختم نبوت کا عملی دفاع

1988ء میں فتنہ قادیانیت پوری شدت سے اٹھا اور انہوں نے مسلمانوں کو مباہلے کا چیلنج کر دیا تو ڈاکٹر صاحب نے یہ بیان دیا:

اگر مرزا طاہر اپنے چیلنج کے مطابق 12 ربیع الاول کی شب مینار پاکستان آئے تو وہ صبح ہونے سے پہلے کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جائے گا یا مباہلہ کے نتیجے میں ہلاک ہو جائے گا، اگر صبح تک ان دونوں میں کوئی بات پوری نہ ہو سکی تو میری گردن اڑا دی جائے۔ مگر صبح تک مرزا طاہر مقابلے میں نہ آیا تو اس پر دنیا میں قادیانیوں کو سخت ہزیمت اٹھانا پڑی۔

عقیدہ ختم نبوت پر آپ کی چند کتب یہ ہیں:

۱۔ مناظرہ ڈنمارک   ۲۔ عقیدہ ختم نبوت   ۳۔ حیات و نزول مسیح اور ولادت امام مہدی

☆ عقیدہ ختم نبوت اور مرزا غلام احمد قادیانی

گستاخ رسول کی سزا میں ترمیم

14 تا 17 نومبر 1985 گستاخ رسول ﷺ کی سزا (بصورت حد) موت ہے کے حق میں آپ نے وفاقی شرعی عدالت میں 18 گھنٹے کے ریکارڈ دورانیہ پر مشتمل دلائل دیے جس کے نتیجے میں قانون توہین رسالت C-295 عمل میں آیا اس سے پہلے اس جرم کی سزا "قید اور جرمانہ" تھی۔ (اگرچہ ممتاز قادری کے مسئلہ پر ڈاکٹر صاحب کے موقف میں تبدیلی کا الزام ہے)

رجم کے حد ہونے کا قانون

جب وفاقی شرعی عدالت پاکستان نے 1979 میں رجم کے حد ہونے سے انکار پر مبنی فیصلہ دیا تو نظر ثانی کی اپیل پر ڈاکٹر صاحب نے مسلسل تین دن بے شمار دلائل پیش کر کے رجم کا حد ہونا ثابت کیا نتیجۃً وفاقی شرعی عدالت نے مورخہ 20 جون 1982 کو کو اپنا فیصلہ واپس لیتے ہوئے رجم کو حد تسلیم کر لیا۔ ع

سود کا متبادل نظام

اسلام میں سود کا متبادل نظام موجود نہیں۔ 1992 میں ایک وزیر کے بیان کے جواب میں ڈاکٹر صاحب نے 17 اکتوبر 1992 کو موچی دروازہ لاہور میں سود کا متبادل نظام پیش کیا اور ایسے اداروں کا حوالہ دیا جو غیر سودی بنیادوں پر کام کر رہے ہیں۔ اس اقدام کو ماہرین معشیت نے سراہا۔

دہشت گردی کے خلاف فتوی

حالیہ دہشت گردی کے خلاف 600 صفحات پر مشتمل ایک فتوی جاری کیا اور ایسے حملے کرنے والوں کو خوارج قرار دیا۔ اس فتوی پر ڈاکٹر صاحب کو دنیا میں کافی پذیرائی ملی اور انتہا پسند تنظیمات کی طرف سے ان کو کافی دھمکیاں دی گئیں مگر وہ اس سے متاثر نہیں ہوئے۔

جامعہ الازھر نے اس فتوی کی توثیق کی اور چودہ صفحات پر مشتمل اس کی تقریظ لکھی گئی ہے۔ یہ فتوی اب انگریزی زبان میں بھی منتقل کیا جا چکا ہے اور اس کا نام ہے۔ (Fatwa on terrorism and Suicide Bombing)

تصانیف

1978ء میں پہلی کتاب "نظام مصطفی ﷺ ایک انقلاب آفرین پیغام" کتاب لکھی۔ 1981 میں دوسری کتاب "تسمیۃ القرآن" لکھی۔ پھر تصانیف کا سلسلہ جاری رہا۔

اب ان کی کتب کی تعداد 1000 ہزار تک جا پہنچی ہے جن میں سے تقریباً 450 مطبوعہ ہیں اور باقی کتب مسودہ اور تکمیل کے مراحل میں ہیں۔

ڈاکٹر صاحب نے قرآن، حدیث، سیرت و فضائل، ختم نبوت، فقہ، اقتصادیات، سیاست، شخصیات اور سائنس پر کتب تحریر کی ہیں۔

آپ کی عظیم تصنیفات میں ترجمہ قرآن عرفان القرآن (انگریزی، اردو، ہندی) تفسیر منہاج القرآن، المنہاج السوی، ھدایۃ الامہ، کتاب التوحید، معارج السنن، کتاب البدعۃ، سیرت الرسول (11 جلد) میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم، دہشت گردی اور فتنہ خوارج قرآنی فلسفہ انقلاب منہاج الافکار اور اسلام اور جدید سائنس جیسی کتب شامل ہیں۔

تصانیف پر تبصرہ

ڈاکٹر صاحب نے بلاشبہ بہت ہی کارآمد اور مفید کتب تحریر کی ہیں، اور امت کو ایک عظیم علمی خزانہ دیا ہے۔ امت کو بالخصوص اہلسنت کو اعتقادی، علمی اور عملی مواد فراہم کیا ہے۔

ڈاکٹر صاحب کی بیانات میں تکرار کم ہوتا ہے۔ یعنی ایک موضوع پر تقریر کر لیتے ہیں تو اسی چیز کو بعینہ دوسرے بیان میں بہت کم دہراتے ہیں مگر تصانیف میں کافی تکرار ہے۔ مثلا

تفسیر

آپ نے تفسیر منہاج القرآن جزء اول سورۃ فاتحہ تحریر کی مگر ان کی کافی کتب نئے ناموں سے بعینہ اسی تفسیر سے ماخوذ ہیں۔ تفصیل یہ ہے۔

(۱) حکمت استعاذہ (۲) فلسفہ تسمیہ (۳) معارف اسم اللہ (۴) لفظ رب العالمین کی علمی و سائنسی تحقیق (۵) صفت رحمت کا شان امتیاز (۶) اسمائے سورۃ فاتحہ (۷) سورۃ فاتحہ اور تصور ہدایت (۸) اسلوب سورۃ فاتحہ اور نظام فکر و عمل (۹) سورۃ فاتحہ اور تعلیمات طریقت (۱۰) سورۃ فاتحہ اور انسانی زندگی کا اعتقادی پہلو (۱۱) شان اولیت اور سورۃ فاتحہ (۱۲) سورۃ فاتحہ اور حیات انسانی کا عملی پہلو (۱۳) سورۃ فاتحہ اور تعمیر شخصیت۔

مندرجہ بالا 13 کتب ڈاکٹر صاحب کی تفسیر منہاج القرآن سے بعینہ ماخوذ ہے اگر ان 13 کتب کے بدلے فقط تفسیر سورۃ فاتحہ پڑھ لی جائے تو مزید کتب پڑھنے کی ضرورت نہیں ان کی فہرست بھی تفسیر والی ہے۔

(نوٹ) شاید ان کو چھوٹی کتب کی شکل میں اس لیے شائع کرتے ہوں تاکہ جو لوگ مطلوبہ مواد پڑھنا چاہیں، وہ بڑی کتب کے بجائے ان رسائل اور کتابچوں سے پڑھ لیں۔

حدیث

ڈاکٹر صاحب کی حدیث پر المنہاج السوی ھدایۃ الامہ معارج السنن جیسی ضخیم کتب ہیں۔ اور معارج السنن تو پروگرام کے مطابق درجنوں کتب حدیث سے ماخوذ کر کے عظیم کتاب ہوگی۔ جس کی دس جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ پھر مختصر کتب سلسلہ اربعینات فضائل و شمائل پر مشتمل ہیں۔ اگر تحقیقی نظر سے دیکھا جائے تو یہ مختصر کتب خاص کر فضائل و شمائل کی کتب اکثر کتب ان 3 کتب سے لی گئی ہیں یعنی تصانیف میں اضافہ تو ہو گیا ہے مگر مواد تقریباً وہی ہے۔

سیرت

سیرت پر ڈاکٹر صاحب کی تقریباً 60 کتب ہیں۔ ان میں سے ضخیم کتاب سیرت الرسول ہے، جو 11 مجلدات پر مشتمل

ہے ان میں پہلی دو جلدیں مقدمہ سیرت الرسول پر ہیں۔

مقدمہ سیرت الرسول 2 جلد

اس سے مندرجہ ذیل رسائل الگ بھی شائع ہوئے ہیں اور حسب سابق کتب میں اضافہ ہوا ہے۔

(1) سیرۃ الرسول کی دینی اہمیت (2) سیرت الرسول کی آئینی و دستوری کا اہمیت (3) سیرت الرسول کی انقلابی اہمیت (4) سیرت الرسول کی علمی و سائنسی اہمیت (5) سیرت الرسول کی تہذیبی و ثقافتی اہمیت (6) سیرت الرسول کی اقتصادی اہمیت (7) سیرت الرسول کی عصری و بین الاقوامی اہمیت (8) سیرت الرسول کی تاریخی اہمیت۔

جلد 10 فضائل پر ہے۔ اس جلد سے متعدد رسائل علیحدہ کر کے بنائے گئے مثلاً (1) حسن سراپائے رسول (2) خصائص مصطفیٰ (3) شمائل مصطفیٰ (4) برکات مصطفیٰ (5) اسمائے مصطفیٰ (6) اسیران جمال مصطفیٰ ﷺ یہ 6 رسائل جلد نمبر 10 میں بعینہ موجود ہیں۔

ڈاکٹر صاحب کی میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ضخیم کتاب ہے۔ پھر اسی ایک کتاب سے پانچ الگ کتابیں لی گئی ہیں جو کہ میلاد النبی کے فہرست کے مطابق ہیں۔

انگریزی کتب

ڈاکٹر صاحب کی انگریزی کتب پچاس سے زائد ہیں جن میں سے چند مشہور کتب درج ذیل ہیں۔

1.IRFAN UL QURAN(Enjlish Translation of The Holy Quran)

2.The Awaited Iman

3.Philosophy of Ijtihad and the Modern world

4.Creation of Man etc

خلاصہ کلام

ڈاکٹر صاحب 450 سے زائد کتب مطبوعہ تعداد کے لحاظ سے 450 ہیں مگر مواد ان کی بڑی کتب سے ہے لہٰذا نمبر گنگ میں تو یقیناً یہ زائد کتب ہیں اور مطالعہ و تحقیق میں صرف بڑی کتب لے لی جائیں تو مزید رسائل و کتب کی احتیاج نہیں۔

ڈاکٹر صاحب نے ابتدائی ادوار میں خود کتابیں لکھیں اور اب بھی تصانیف کر رہے ہیں مگر ان کے مختصر رسائل ان کے بیانات کی ایڈیٹنگ تخریج کے ساتھ کتب کی شکل میں منظر عام پر آئے ہیں بہر حال یہ ایک علمی خزانہ ہے۔ رب تعالیٰ ہمیں ان سے فیضیاب ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

ڈاکٹر صاحب کے تفردات

جہاں ڈاکٹر صاحب کے یکجہتی، عالمی امن، تعلیمات اسلامی، ترویج و اقامت دین، دہشت گردی و انتہا پسندی کے

سدباب کیلئے کوششیں کی ہیں وہیں چند معاملات میں علماء وحکمرانوں سے نظریاتی اختلافات بھی کیے ہیں۔ مثلاً

داڑھی

داڑھی میں قبضہ کی شرط قرار نہیں دیتے اور ان کی داڑھی 90 کی دھائی میں کم ہوگئی جبکہ سابقہ سالوں میں قبضہ کے مطابق تھی۔ اگرچہ اہلسنت نے قبضہ کی شرط کو واجب قرار دیا ہے۔

دیت

اکتوبر 1984 کو رحمانیہ مسجد شادمان کالونی لاہور میں دیت کے مذکورہ میں انہوں نے عورت کے دیت کو مرد کے دیت کے برابر قرار دیا، جبکہ حنفی فقہاء نے اسے نصف دیت کہا ہے۔

ممتاز قادری

گورنر پنجاب سلمان تاثیر کے قتل کو انہوں نے قتل قرار دیا، اور ممتاز قادری کے فعل کو جو اکثریت کے نزدیک درست فعل تھا جرم قرار دیا ان کے خلاف اس بارے میں بہت واویلا بھی ہوا۔

چرچ

انہوں نے عیسائیوں کو اپنی مسجد میں عبادت کرنے اور کرسمس منانے کی اجازت دی جس پر اہلسنت کی طرف سے گمراہ ہونے کا فتویٰ جاری ہوا۔

تفسیر منہاج القرآن

مختصر تعارف

ڈاکٹر صاحب کی قرآنیات پر 31 کتب ہیں۔ عرفان القرآن مکمل قرآن مجید کا ترجمہ ہے جو کہ بہت مقبول ہے۔ 2005ء سے 2011ء تک یہ ترجمہ ایک لاکھ سینتالیس ہزار کی تعداد میں شائع ہو چکا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کی تفسیر منہاج القرآن 2 جلد میں دستیاب ہے ہم ان دو جلدوں کا اجمالی تعارف لکھتے ہیں۔

جزء اول

پہلی جلد پر جلد اول کے بجائے جزء اول لکھا ہے، یہ سورۃ فاتحہ پر مشتمل ہے اس جلد میں فاتحۃ الکتاب کی 4 آیات کی تفسیر کی گئی ہے اور چوتھی آیت حصہ "وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ" بھی بقیہ اجزاء کی طرح بالتفصیل نہیں۔ بہر حال 4 آیات کی تفسیر 783 صفحات پر مشتمل ہے۔

تعوذ، تسمیہ، سورۃ فاتحہ کے اسماء، نزول فاتحہ اور حقیقت اولیت، سورۃ فاتحہ اور تشکیل شخصیت کے مراحل، نظام ربوبیت، یوم الدین اور عبادت وغیرہ پر بالتفصیل روشنی ڈالی گئی ہے۔

جلد ثانی

اس جلد میں کل 417 صفحات ہیں اور یہ سورۃ بقرہ کی تفسیر ہے۔ ابتداء میں سورۃ فاتحہ کے مضامین کا اجمالی خاکہ دیا گیا ہے

جو ڈاکٹر کی کتاب ''سورۂ فاتحہ اور تعمیر شخصیت'' میں موجود ہے۔ اس جلد میں فاتحہ کی بقیہ تین آیات کی تفسیر نہیں کی گئی غالباً ان تین آیات کی تفسیر کا اگلا جزء (ثانی) میں ارادہ رکھتے ہوں گے۔ آغاز میں اس کے جلد کا مختصر تعارف کیا کہ اس جلد میں ہمارا اسلوب بیان یہ ہوگا۔

جلد ثانی کا اسلوب بیان

> ترجمہ: دائیں صفحہ پر متن قرآن کے نیچے ترجمہ درج ہے جو لفظی اور بامحاورہ دونوں قسم کے تراجم کا حسین امتزاج ہے، اس میں الفاظ قرآنی کے معنی مراد کے تعین میں بیک وقت لغوی، نحوی، ادبی، علمی، اعتقادی، اور تفسیری جملہ پہلوؤں کو ملحوظ رکھا گیا۔۔۔۔ بغرض افہام و تصریح بعض الفاظ بریکٹ میں دیے گئے ہیں تاکہ عبارت کا تسلسل بھی رہے اور ترجمہ میں بھی کوئی اضافی بات درج نہ ہو۔

(۲) مطالب

بائیں صفحہ پر ہر آیت کے ساتھ مضمون نمبر دیا گیا ہے۔ بعض مقامات پر حسب ضرورت تفسیری حوالہ سے کچھ توضیحات و تشریحات بھی ہیں۔ اس طرح ہزارہا قرآنی موضوعات اور مطالب و مضامین نہایت جامع انداز سے ایک خاص نظم کے ساتھ عنوانات کی صورت میں پہلی مرتبہ قارئین کے سامنے آئے ہیں یہ اسلوب بالکل نیا مگر نہایت مفید ہے۔

(3) فوائد

مطالب کے نیچے بعض آیات کے تحت صرف ''ف'' لکھا گیا ہے۔ یہ فوائد کی طرف اشارہ ہے اس سے مراد ان آیات کا صوفیانہ مفہوم ہے یہ قرآنی تصوف و سلوک کا بیان ہے۔

(4) حواشی

ہر پارے میں حواشی ہیں جن کی تفصیل صفحہ نمبر 245 سے آخر جلد تک ہے۔ یہ حواشی متعلقہ پارہ کی ان آیات پر مشتمل ہے جن میں حضور نبی کریم ﷺ کی شان رسالت کے کسی نہ کسی پہلو کا ذکر ہے۔ اس لحاظ سے یہ حصہ تفسیر شان محمدی کے حوالہ سے منتخبات القرآن کا درجہ رکھتا ہے۔

> (نوٹ) ''ہر پارہ کے اختتام پر حواشی درج ہیں'' تعارف میں یہ جملہ درست نہیں کیونکہ حواشی آخر سورت میں ہیں''

تعداد حواشی

پہلے پارے کے حواشی کی تعداد 38 ہے جو کہ ص 245 تا ص 399 تک ہیں۔

دوسرے پارے کے حواشی صرف 7 ہیں جو ص 400 سے 407 تک ہیں۔

تیسرے پارہ کے آغاز سے اختتام سورہ بقرہ، ان حواشی کی تعداد تین ہے اور یہ ص 408 تا ص 417 ہیں۔ سورۂ بقرہ میں کل 48 حواشی ہوئے۔ مطالب میں بھی بعض آیات کی مختصر مگر جامع تشریح کر دی گئی ہے۔

ماخذ ومراجع

ڈاکٹر صاحب نے دو جلدوں میں ماخذ ومراجع اور تخریج کا انداز الگ الگ اختیار کیا ہے۔

پہلی جلد

پہلی جلد میں صحاح ستہ کے علاوہ مشہور کتب حدیث سے استدلال کیا ہے۔ تفاسیر میں کشاف تفسیر بیضاوی، فی ظلال القرآن تفسیر کبیر وغیرھا متعدد کتب تفسیر، سیرت وفضائل میں دلائل النبوۃ للبیہقی، الیواقیت والجواہر وغیرہ سے استدلال کیا۔

سائنسی علوم

ڈاکٹر کیتھ ایل مور کی کتاب(Before we are born)

Highlights of human embeyology in the Quran and Hidith

ربوبیت کے بارے میں سائنس دانوں کے نظریات قرآن کی تعلیمات کے تطابق سے پیش کیے ہیں مگر اکثر کے حوالے نہیں دیے۔

(Big bang theory) میں آئن سٹائن، ایڈون ہبل، آئزک نیوٹن کے حوالے سے سائنسی علوم پیش کیے ہیں۔

جلد ثانی

کتب الٰہی سے استدلال: جلد ثانی میں چند مقامات پر تورات، انجیل سے حوالہ جات پیش کیے۔ مثلاً نفی ریب کے تقابلی جائزہ میں تورات کتاب استثناء کا حوالہ دیا ہے

المفردات

جلد ثانی میں خاص کر اور جلد اول میں عموماً ڈاکٹر صاحب نے مفردات قرآن کے معانی کے حوالہ سے المفردات، راغب اصفہانی پر زیادہ اعتماد کیا۔

تفسیر منہاج القرآن کا ندرت اسلوب

اس تفسیر میں چند نادر و نایاب چیزیں ایسی ہیں جو عام مفسرین کے ہاں بہت کم ملیں گی۔ اسلوب کے اعتبار سے ایک مشکل یہ ہے کہ یہ دو جلدیں اسلوب کے اعتبار سے بہت مختلف ہیں۔ پہلی جلد میں چار آیات کی تفسیر بہت طویل ہے۔ جبکہ دوسری جلد بالکل مختصر ہے۔ ہم چند عنوانات کے ذریعے دونوں کی خصوصیات ذکر کرتے ہیں۔

ندرت کی ایک مثال جلد ثانی

ہم عموماً تفاسیر میں سورۃ البقرۃ کی وجہ تسمیہ یہ پڑھتے ہیں کہ بقرۃ کا معنی ہیں گائے۔ چونکہ اس سورت میں گائے کا ذکر آیا ہے۔ سو اس وجہ سے اس سورت کو سورۃ البقرۃ کہتے ہیں، لیکن ڈاکٹر صاحب نے اس کی ایک منفرد وجہ تسمیہ بیان کی ہے، لکھتے ہیں:

''البقرۃ'' کا لفظ ذو معنی ہے اس کے معروف معنی تو گائے کے ہیں جس کے تبع بقر آتی ہے، لیکن اس کا ایک معنی پھاڑنا

اور کھولنا بھی ہے، کہا جاتا ہے۔ بقر الارض۔۔۔۔۔ ای شق الارض۔ اس نے زمین کو پھاڑا۔

امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں۔ لما کان شقه و اسعاً استعمل فی کل شق واسع جب کوئی چیز بہت زیادہ پھٹ جائے یا کھل جائے۔

یقال بقرت بطنه اذا شققته شقاً واسعاً تو اس کے لیے بقر کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ جب آپ کسی چیز کو بہت زیادہ اور گہرا کھول دیں اس پر کہا جاتا ہے۔ "بقرت بطنه" امام زین العابدین کے صاحب زادے امام محمد بن علی کو باقر کے لقب سے اس لیے پکارا جاتا ہے کہ انہیں علوم و معارف کے ادراک میں بے پناہ وسعت حاصل تھی۔ یہی محمد بن علی باقر التوسعه فی دقائق العلوم وبقرہ بطنہا ہے

مذکورہ بالا لغوی تحقیق پیش کرنے کا مقصد یہ عرض کرنا ہے کہ یہ سورت بڑی ہونے کے ساتھ ساتھ مضامین اور علوم و معارف کے بیان میں بے پناہ وسعت کی حامل ہے، اس لیے علوم و معارف اور حقائق و دقائق کی گہرائی اور وسعت کے لحاظ سے باری تعالیٰ نے اس کا نام "البقرۃ" منتخب فرمایا کہ آیات کی تعداد کے لحاظ سے اور سورت کی لفظی معنوی وسعت کے لحاظ سے اس کا نام "البقرۃ" تجویز کیا گیا ہے۔

منہاج القرآن اور ادب بارگاہ الوہیت

کچھ اوصاف ایسے ہوتے ہیں جو بظاہر ناگوار سے لگتے ہیں اور الہام و کلام کی طرح نہیں ہوتے جیسے تمسخر و استہزاء کرنا مذاق اڑانا۔ کیا ان اوصاف کی نسبت اللہ رب العزت کی طرف کرنا جائز ہے؟ بعض مترجمین نے استہزاء کا ترجمہ ٹھٹھا کرنا اور مذاق اڑانا کیا ہے مگر ان الفاظ کا ترجمہ اس طرح کیا جائے کہ ان قباحتوں سے بچا جا سکے۔

ڈاکٹر صاحب نے ان جیسے الفاظ کے ترجمے میں اسی صورت کو اختیار کیا، ایسے الفاظ استعمال کیے کہ سوء ادب بارگاہ الوہیت نہ ہو۔ چنانچہ سورۃ البقرۃ آیت نمبر ۱۵ کا ترجمہ کرتے ہیں۔

اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ (۸)

اللہ انہیں ان کے مذاق کی سزا دیتا ہے اور انہیں ڈھیل دیتا ہے (تاکہ وہ خود اپنے انجام تک جا پہنچیں)

یہ تو ترجمہ ہوا، اس آیت کی تفسیر میں مفسر لکھتے ہیں، "اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ" کے دو معنی ہیں اور یہاں فی الحقیقت دونوں مراد ہیں استہزاء کا لفظ اس آیت میں دو مرتبہ استعمال ہوا ہے، اور یہاں ایک اصول ذہن میں حاضر رکھیں کہ کبھی انسانوں اور رب تعالیٰ کے لیے ایک جیسا فعل استعمال ہوتا ہے، انسان اپنے افعال کو انجام دینے میں ذرائع کا محتاج ہے لیکن باری تعالیٰ کسی فعل کے لیے ذریعہ کا محتاج نہیں۔ جب وہ فعل انسان کے لیے بولا جاتا ہے تو مراد ذریعہ یا غرض و غایت ہوگی مگر جب وہی فعل باری تعالیٰ کے لیے مستعمل ہو تو اس وقت فعل کی آخری غرض نتیجہ و مقصود مراد ہوگا، مثلاً "دیکھنا" اللہ اور انسان دونوں کے لیے بولا جاتا ہے، جب یہ لفظ انسان کے لیے بولا جائے گا تو انسان دیکھنے میں آنکھ اور روشنی کا محتاج ہے مگر باری تعالیٰ ان ذرائع کا محتاج نہیں سو اس وقت دیکھنے کی غرض مراد ہوگی۔

صاحب تفسیر بیضاوی لفظ رحمت کے تفسیر میں فرماتے ہیں کہ:

یقتضی التفضل و الاحسان. (۹)

رحمت کا لغوی معنی رقت قلب کے ہیں مگر جب یہ لفظ رب تعالیٰ کے لیے استعمال ہوگا تو مراد فضل و احسان ہوگا یعنی نتیجہ مراد ہوگا۔

اسی طرح لفظ سخری جب رب تعالیٰ کے لیے استعمال ہوا تو اصلی غرض دوسرے کی ذلت و رسوائی مراد ہوگی ہنسا محض ذریعہ ہے لہذا استہزء میں اصل غرض، مقصود اور نتیجہ باقی رہ گیا اور ہنسا جو ذریعہ تھا مفقود ہوگیا کیونکہ اللہ اس سے پاک ہے۔

اسی طرح قرآن مجید میں سزائے فعل بعض اوقات اسی لفظ سے استعمال ہوئی ہے جیسے: "جَـــزَاءُ سَيِّـــئَةٍ سَيِّـــئَةٌ مِّثْلُهَا" (برے فعل کی جزا بھی اسی طرح ہوتی ہے) حالانکہ سزا تو عدل و انصاف کا تقاضہ ہے بری نہیں ہوسکتی۔

مفسرین اور اہل لغت نے اسکا معنی یہ بیان کیا ہے: ای السخریة علیه سمی جزاء الاستهزاء باسمه علی سبیل المشاکلة لانه لایجوز الاستهزاء سبحانه وتعالی شانه عن العبث و الجهل (طریقہ مشاکلہ پر استہزا کی سزا کو بھی استہزاء سے تعبیر کیا گیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے استہزا یعنی تمسخر جائز نہیں وہ ذات ہر عیب اور جہالت کے کام سے پاک ہے)

اسی طرح مفسر نے آیت يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا. (۱۰) اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ (۱۱) وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ (۱۲)

ادب بارگاہ رسالت

جس طرح ہم نے تعارف میں ذکر کیا کہ جلد ثانی کے حواشی تقریبا شان رسالت پر ہیں اور مختلف آیات میں شان رسالت کو اجاگر کیا گیا ہے۔ مثلا يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا۔ اے ایمان والو! راعنا نہ کہو ۱۳

آیت کا پس منظر یہ ہے کہ جب صحابہ کرام کو کوئی فرمان نبوی سمجھ نہ آتا تو وہ حضور ﷺ سے دوبارہ سننے کے لیے عرض کرتے راعنا یا رسول اللہ (یا رسول اللہ ہمارے حال کی رعایت فرمائیے) یعنی ہمیں سمجھانے کیلئے یہ فرمان دوبارہ ارشاد فرمائیے یہ کلمہ فی نفسہ گستاخی کا نہ تھا مگر یہودیوں نے باطنی خباثت کی وجہ سے اسے غلط معنی میں استعمال کرنا شروع کر دیا جس سے بے ادبی اور گستاخی کا پہلو نکلتا تھا چنانچہ مسلمانوں پر بھی اس لفظ کی استعمال کی پابندی لگادی گئی۔

ڈاکٹر قادری نے راعنا کے معنی تحریر کیے ان کا خلاصہ یہ ہے کہ:

(1) بزبان یہود کلمہ تحقیر تھا۔

(2) عبرانی و سریانی زبان میں ایسا ایک لفظ تھا جس کا معنی تو بہرا ہو جائے۔

(3) عربی زبان میں رعونت سے ہو تو راعن بمعنی متکبر شخص کے ہے۔

(4) اس کے آگے "یا" لگانے سے راعینا ہو جاتا معنی ہمارے چرواہے وغیرہ

اس ایک آیت اور لفظ سے ڈاکٹر قادری نے ادب بارگاہ رسالت کے ضابطے مستخرج کیے وہ مختصراً مندرجہ ذیل ہیں۔

(1) جن کلمات کا استعمال دوسری زبانوں میں حقارت کے لیے ہو۔ ان کا استعمال شان رسالت کے اعتبار سے گستاخی ہوگا اگرچہ ہمارے زبانوں میں وہ صحیح المعنی ہوں۔

(2) جن کلمات سے ملتے جلتے کلمات اپنی یا دوسری زبان میں واضح طور پر اہانت کے لیے استعمال ہوں وہ بھی گستاخی شمار ہوں گے۔

(3) معمولی سے لہجے کی تبدیلی سے واضح اہانت اور گستاخی کا معنی پیدا ہو وہ بھی ممنوع ہوگا۔

(4) ذو معنی الفاظ کا بر ا مفہوم بھی متعارف ہو ان کا استعمال بھی گستاخی ہوگا۔

(5) ایسے کلمات جن سے امتی کی حضور ﷺ سے مساوات اور برابری کا پہلو نکلتا ہو وہ بھی گستاخی پر محمول ہوں گے۔

آگے چل کر علامہ ابن تیمیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ گستاخی رسول کفر ابلیس سے بڑا جرم ہے۔ اس کفر کو حضرت آدم علیہ السلام کی گستاخی تھا اس پر وہ قیامت تک کے لیے راندہ درگاہ الٰہی ہوگیا اور جو شخص بارگاہ رسالت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں کسی گستاخی کا مرتکب ہوگا اس کا انجام کیا ہوگا (اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس بدبختی سے محفوظ رکھے)

عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم

ڈاکٹر طاہر القادری نے تحریک منہاج القرآن کے اہداف میں ربط رسالت کو دوسرا ہدف مقرر کیا ہے اور اپنے خطابات وکتب میں محبت رسول کا خوب پرچار کیا، اسی تفسیر میں جابجا محبت رسول کو مختلف زاویوں سے بیان کیا مثلاً تحویل قبلہ کی آیت:

قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِی السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا۔

(اے حبیب) ہم بار بار آپ کے رخِ انور کا آسمان کی طرف پلٹنا دیکھ رہے ہیں سو ہم بالضرور ہم آپ کو اسی قبلہ کی طرف پھیر دیں گے۔

اس آیت کی تفسیر میں مطالب کے ضمن میں مفسر لکھتے ہیں: آیت 142 سے آیت 150 تک تحویل قبلہ کے حکم کی تصریحات وتاکیدات چودہ مرتبہ آئی ہیں۔ چند ایک یہ ہیں۔

وَاِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً قبلہ کی تبدیلی بڑی دشوار تھی۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ۔ اللہ کو یہ منظور نہ تھا کہ تمہارے ایمان ضائع ہو جائیں۔

اللہ کی رحمت سے تم نے سمت قبلہ کی بجائے سمت رسول اپنائی سو تمہارا ایمان بھی بچ گیا اور قبلہ بھی قائم رہا اگر تم سمت رسول کے بجائے سمت قبلہ اپنا لیتے تو نہ تمہارا ایمان بچتا اور نہ قبلہ ہی قائم رہتا چنانچہ رسول کا ہو جانے میں ایمان بھی ہے اور قبلہ بھی۔ مگر فقط قبلہ کا ہو جانے میں نہ ایمان ہے اور نہ قبلہ۔

فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا۔ ہم آپ کو اسی قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جس پر آپ راضی ہیں۔

فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ۔ پس اپنا چہرہ مبارک مسجد حرام کی طرف پھیر دیجیے۔

آخر میں لکھتے ہیں :ایک ہی حکم کا چند رہ بار تصریح کیوں؟ کیونکہ یہ سارا مضمون بکرار مضمون محبت ہے۔ آپ نے دشمنوں کے طعنے سے اور تبدیلی قبلہ کی آرزو میں اپنا چہرہ اقدس بار بار آسمان کی طرف اُٹھایا تو رب تعالیٰ نے بار بار تبدیلی قبلہ کا حکم فرمایا تاکہ محبوب کی دل جوئی اور اظہار محبت ہو۔[16]

پھر حواشی میں لکھتے ہیں :بار بار اس حکم کو دہرانا درحقیقت اپنے محبوب کے بار بار آسمان کی طرف چہرہ پلٹنے کا جواب معلوم ہوتا ہے اور یہ ایسا دل نشین انداز ہے کہ اس کا اندازہ اہل محبت ہی کو ہو سکتا ہے۔[17]

تصوف وطریقت

ڈاکٹر قادری چونکہ تصوف کے حامی ہیں اور تصوف وروحانیت پر ان کی تقریباً ۳۰ اور جن سے زائد کتب ہیں، مثلاً اسلامی تربیتی نصاب، حقیقت تصوف، حسن احوال، حسن اخلاق، جرم توبہ اور اصلاح احوال وغیرہ۔ اسی طرح ان کے خطابات مثلاً دروس تصوف، تعلیمات تصوف، طبقات سلمی ان کے مشہور دروس تصوف ہیں۔

تفسیر منہاج القرآن میں بھی تصوف کے موضوع پر روشنی ڈالی گئی ہے سورۃ فاتحہ میں ایک مستقل باب ہے جبکہ سورۃ بقرۃ میں ''ف'' کے ضمن میں تفسیر صوفیانہ کی ہے۔

چنانچہ ڈاکٹر قادری تصوف کا نچوڑ اس طرح لکھتے ہیں:

۱۔ بندہ اپنے دل میں خدا کی کامل عظمت اور قدرت کا نقش ثبت کرے۔

۲۔ اس کے دل میں اپنی عاجزی اور فرومایگی کا احساس پوری طرح جاگزیں ہو جائے۔

۳۔ وہ ذات حق سے اپنا تعلق عبودیت اس طرح استوار کرے کہ وہ اس کے ماسوا سے بے نیاز ہو جائے۔

۴۔ وہ انعامات ایزدی کے حصول کے لیے ہمہ وقت اس کے مقبول اور انعام یافتہ بندوں کی ظاہری وباطنی صحبت میں رہے۔

۵۔ وہ رضائے الٰہی کی خاطر ہر اس تعلق اور ہر اس چیز سے علاقہ منقطع کرے جو اس کی ناراضگی کا باعث بنتی ہو۔[18]

سورہ بقرہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ میں عارفانہ نکتہ کے ضمن میں فرماتے ہیں۔ (قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ ..... يَاْتِيْنَكَ سَعْيًا)

اس آیت میں ایک عارفانہ بیت کا نکتہ ہے، چار پرندے جو ذبح کیے گئے مور، مرغ، کوا اور کبوتر تھے۔ یہ نفس کی چار صفات سے استعارہ ہے مور سے تکبر اور خود پسندی مراد ہے، مرغ سے شہوت پسندی، کوے سے حرص ولالچ اور خساست (کمینہ پن) اور کبوتر سے عجلت پسندی اور جاہ پرستی۔ سالکان راہ طریقت کو تعلیم دی گئی ہے کہ اگر نفس کی ان چار شہوات اور صفات کی ذبح کر دیا جائے تو قلب وروح زندہ ہو جاتے ہیں یوں نفسانی موت، روحانی زندگی سے بدل جاتی ہے اور اسی فنا سے حقیقی بقا میسر آتی ہے۔[19]

وہ موجودہ دور کے بعض متصوفین پر تنقید واصلاح کرتے نظر آتے ہیں۔ تصوف، شعبدہ بازی، اعراس، میلے ٹھیلے تعویذ گنڈے، ہاتھ پاؤں چومنے، جبہ، کلاہ، عمامہ، کثرت مریدین اور تشہیر بازی وغیرہ میں نہیں بلکہ تصوف اخلاق وکردار کا نام ہے۔ تصوف خودداری کا نام ہے۔ تصوف کے نام پر بعض ملنگ قسم کے لوگ وجود میں آ گئے ہیں۔ اہل اللہ کا بنیادی وصف مخلوق سے مستغنی

ہوتا ہے تاکہ ان کا فقر محتاجی تصور نہ کیا جائے اس لیے فقراء اگر حاجت مند بھی ہوں تب بھی حالت استغناء میں رہیں۔

استدلال فنا و بقاء

اہل تصوف کے ہاں فنا و بقاء ایک اصطلاح ہے قرآن مجید سے مفسر استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اُنظُرْ اِلٰی طَعَامِکَ وَشَرَابِکَ لَمْ یَتَسَنَّهْ. اپنے طعام و شراب کو دیکھو اس میں تک نہ پہنچی۔ وَانظُرْ اِلٰی حِمَارِکَ. اور اپنے گدھے کو دیکھو (خاک ہو گیا)

ایک تباہ شدہ بستی کا حال دیکھ کر حضرت عزیر یا حضرت یرمیاہ کا بارگاہ الٰہی میں بعث بعد الموت کی حقیقت کا عملی مشاہدہ کروانے کا سوال جس پر ان کو سو سال تک مردہ رکھنے کے بعد زندہ فرمایا گیا۔ آپ کا کھانا سو سال کے باوجود باسی نہ ہوا بلکہ اپنی اصلی حالت پر تر و تازگی کے ساتھ برقرار رہا، جبکہ آپ کا گدھا خاک میں مل گیا۔ بعد میں اسے زندہ کیا گیا۔

قرآن کریم قصہ کہانی نہیں بلکہ موعظت، حکمت اور نصیحت ہے طعام و مشروب میں تک نہ آیا اور گدھا خاک میں مل گیا اس میں کیا حکمت ہے؟

مفسر مذکور اس آیت سے فنا و بقا کو اس طرح ثابت کرتے ہیں کہ گدھا علامت ہے تکبر، استکبار، غرور، فخر کی۔ سو موت نے اس کو فنا کے نام دے دیا، مٹی سے مٹی ہو گیا جبکہ کھانا اپنے ارادے اور اختیار دونوں سے فانی تھا اس لیے اسے بقا مل گئی اور وقت کے اثرات سے بھی محفوظ رہا۔

سو جو لوگ حضور باری تعالیٰ میں اپنے ارادہ و اختیار سے فانی ہو جاتے ہیں وہ بقا پا جاتے ہیں۔ تعلیم یہ ہے کہ جو لوگ اس خاکدان ارضی میں روٹی کی طرح عاجزی و انکساری کے حامل ہوتے ہیں ان کو موت فنا نہیں کرتی، وہ وقت کے دستبرد سے محفوظ رہتے ہیں۔ ۲۹

تفسیر منہاج القرآن اور سائنسی علوم۔ سائنسی علوم کی حدود کا تعین

ڈاکٹر قادری نے جز اول میں سائنسی علوم کی مثبت تحقیقات پیش کی ہیں۔ جلد نمبر ۲ میں ملائکہ کی تحقیق پر لکھتے ہیں۔

بعض تجدد پسند لوگوں نے بلا جواز روحانی قوتوں کو سائنس کا بنایا ہے، انہوں نے آیت قرآنی کی فاسد تاویلات اور احادیث نبوی کے انکار کی بنا پر فرشتوں کے تصور کو اس طرح مسخ کرنے کی کوشش کی ہے کہ وہ کسی نہ کسی سائنسی اصول اور معیار کے تابع ہو جائے۔ حالانکہ سائنس صرف عالم حسیات سے بحث کرتی ہے اس کو روحانی قوتوں سے کوئی واسطہ نہیں اس لیے سائنس کا یہ کوئی کام نہیں کہ اپنے موضوع تحقیق سے ہٹ کر کسی غیر متعلقہ حقیقت سے بحث کرے۔ عقل سے ان چیزوں کا ادراک نہیں کیا جا سکتا۔ یہ اشیاء خلاف عقل نہیں مگر ورا عقل ہیں ان معاملات میں صاحب نبوت کا قول معتبر ہو سکتا ہے۔ کسی محقق، فلسفی یا سائنس دان کا نہیں۔ ۳۰

ڈارون کے نظریے کا رد

ڈاکٹر ہوک نورباقی کے بقول چارلس ڈارون (Charles Darwin) نے آج سے تقریباً ایک سو سال قبل کیمرج

یونورسٹی کے کرائسٹ کالج سے گریجویشن کی ڈگری حاصل کی اس سے پہلے اسے علم حیاتیات (Biolojy) یا علم الطب کا کوئی خاص تجربہ نہ تھا اس نے یہ دعوی کیا کہ انسان ایک جانور تھا جس کا ارتقاء "ایک خلوی جسیمے" سے ہوا اور وہ بوزنہ Ape سے پروان چڑھا ہے۔

مفسر نے سائنسدانوں، مشاہدات اور قرآن حکیم سے ڈراونی نظریہ کو باطل کیا ہے جو کہ اس تفسیر کا امتیاز ہے۔ ہم مندرجہ ذیل میں مختصراً ان عنوانات کو لکھتے ہیں۔

سائنسدانوں کے اقوال

جیریمی رفکن نے اپنے مقالات میں اس حقیقت کا انکشاف کیا ہے کہ علم حیاتیات کے بہت سے تسلیم شدہ محققین مثلاً (Pierse Paul Grasse C.H Waddington) اور سیفلس جے گولڈ پروفیسر گولڈ سمتھ اور پروفیسر میکبھر نے دوٹوک انداز میں واضح کر دیا ہے کہ مفروضہ ارتقاء کا کوئی سائنسی ثبوت نہیں ہے اور مفروضہ ارتقاء کے حامی لوگوں نے اپنی مرضی کے نتائج اخذ کیے ہیں اور تصاویر بھی جعلی اور من گھڑت ہیں۔

وہ کہتے ہیں کہ ارتقاء کا عمل سست رو ہے اور بہت آہستگی سے لاکھوں کروڑوں سالوں میں وقوع پذیر ہوتا ہے۔

یہ دلیل بھی سراسر بے ہودہ ہے کیونکہ 1965ء میں زلزلہ اور لاوا سے آئس لینڈ کے قریب ایک نیا جزیرہ سر ٹسے نمودار ہوا اور محض سال بھر میں اس پر کیڑے مکوڑے اور پودے پیدا ہونا شروع ہو گئے، قابل توجہ بات یہ ہے کہ مفروضہ ارتقاء کے حامی اسے سست رو عمل کہتے ہیں تو محض ایک سال میں اتنی مخلوقات کیسے پیدا ہو گئیں۔

علمی دھوکہ در مفروضہ ارتقاء

اس فرضی مخلوق سے انسان کا ناطہ جوڑنے کی ایک کوشش یہ کی گئی کہ اس کے دماغ کا وزن 30 گرام ہے جبکہ موجودہ انسان کا 1350 گرام، مفروضہ ارتقاء کے مطابق ان دونوں میں ربط کے لیے دس جیسے چاہئیں اور یہ عجیب بات ہے کہ ان دس میں سے کوئی ایک موجود نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس فرضی انسان کے ڈھانچے کو تمام تر بے ہودہ تحریروں سمیت برٹش میوزیم سے نکال کر باہر پھینک دیا گیا۔

اصناف کا تنوع

اللہ رب العزت کی مخلوق میں سے کئی ایسی مخلوقات ہیں جو رنگ یا شکل صورت میں ایک جیسی ہیں، مثلاً چھپکلی اور مگرمچھ، بلی اور شیر، امریکی چوہا اور خنزیر یہ شکل صورت میں ایک جیسے ہیں مگر ہزاروں سال میں چھپکلی ترقی کر کے مگرمچھ، بلی ارتقا یافتہ ہو کر شیر نہیں بن سکی۔

بقاء اصلح

مفروضہ اور ارتقاء کے حامی اسے بقاء اصلح بھی قرار دیتے ہیں اور اس سلسلے میں ڈائنوسار کی مثال دیتے ہیں جس کی نسل دنیا سے معدوم ہو چکی اس تصویر کا دوسرا رخ یوں ہے کہ روئے زمین پر 15 لاکھ زندہ مخلوقات ہیں جبکہ معدومات کی تعداد سو زیادہ نہیں۔

مشاہدات

ہم ایسی مخلوقات کا مشاہدہ کرتے ہیں جو بہت مشکل زندگی گزارتی ہیں مگر ارتقاء کے بعد وہ نئی نسل مخلوق میں تبدیل نہیں ہو سکی مثلاً اندھی مچھلی موجود ہے اور دوسری مچھلیوں نے اس کی نسل کو ختم نہیں کیا اسی طرح اندھا سانپ، عام چھپکلی کی شکل میں ارتقاء پا نہیں ہو سکا۔

مفروضہ ارتقاء قرآن کی نظر میں

ڈارون کا نظریہ عقل و منطق کی رو سے ایک بے بنیاد مفروضے کی حیثیت رکھتا ہے قرآن مجید میں حضرت آدم علیہ السلام کو خلیفہ بنانے اور ان کی تخلیق مٹی سے کرنے کی کئی آیات موجود ہیں، مثلاً

وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً.

اور (وہ وقت یاد کریں) جب آپ کے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں۔

اس جیسی آیات میں واضح طور پر ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ایک باقاعدہ منصوبہ کے تحت خلیفہ بنایا، اور اسی ذات نے ایک جان سے اس کے ساتھی کو تخلیق فرمایا۔

الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً.

جس نے تمہاری پیدائش ایک جان سے کی پھر اس نے اس کا جوڑا پیدا فرمایا پھر ان دونوں میں سے بکثرت مردوں اور عورتوں (کی تخلیق) کو پھیلایا۔

بہر حال سائنس کی تحقیقات کے وہ گوشے جو قرآنی تصورات سے ہم آہنگ ہوں وہ بالکل فطری انداز میں صحیح ہوتے ہیں اور جو سائنسی تصورات قرآنی تعلیمات سے متعارض ہوں وہ کبھی شکوک و شبہات سے نہیں نکل سکتے۔ یہی حال مفروضہ ارتقاء کا بھی ہے۔۲۲

تفسیر منہاج القرآن میں سائنسی علوم کی یہ ایک مثال ہے، اس کے علاوہ قرآنی نظریہ تخلیق جنین، تسخیر مہتاب، قرآنی کیمیائی ارتقاء کے مراحل، سیاہ شگاف کا نظریہ وغیرہ پر سیر حاصل گفتگو اس تفسیر کا طرۂ امتیاز ہے۔

دعوت نبوی اور سائنسی تحقیق

اسلام دینِ فطرت ہے اور لوگوں کو یقین و ایمان کی دعوت دیتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کی طرح بعض سکالرز، لوگوں کو قرآن و اسلام سمجھانے کے لیے سائنس کا سہارا لیتے ہیں۔ یہ بظاہر اچھی بات ہے کہ سائنسی دور کے لوگوں کو اس طرح اسلام کے اور قرآن کے قریب لایا جاتا ہے۔ اسلام اور قرآن سائنس کے قریب ہے۔ یعنی جن چیزوں کا ادراک تیرہ چودہ صدیوں بعد سائنس دانوں کو ہوا قرآن نے پہلے ان کے متعلق بتا دیا مگر قرآنی صداقتوں اور اسلامی حقائق کو سچ سمجھنے کا معیار اگر سائنس کو بنا دیا جائے تو اذہان میں فطری یقین نہیں رہے گا۔ ہم اسلام اور قرآن دعوت نبوی کی طرح پھیلائیں اور سائنس کے مثبت استنباط ضرور پیش کریں مگر یہ بات

ذہن نشین رکھیں کہ سائنس وحی کی طرح قطعی اور حتمی علم کا ذریعہ نہیں ہے۔ جیسا کہ بارہا ثابت ہو چکا ہے کہ سائنسی مفروضے تبدیل یا متروک ہوئے۔ اگر ہم فقط سائنس کے ذریعے لوگوں کو تبلیغ کریں گے تو اس کے بعض صورتوں میں خطرناک نتائج سامنے آ سکتے ہیں۔

۱۔ جس قوم یا فرد کو ہم تبلیغ دیں سائنسی بنیادوں پر دیں اگر کل سائنس کا وہ مفروضہ غلط ثابت ہوا تو آپ کی پوری عمارت دین منہدم ہو جائے گی اور ان لوگوں کے لیے دین ناقابل قبول ہوگا۔

۲۔ یہ طریقہ کار انبیاء کے طریقے کے خلاف ہے کہ وحی جو اس دنیا کے باہر کا ذریعہ ہے اس کو سائنس پر پرکھنا ہوگا، یہ ایک نئی اختراع اور نیا راستہ ٹھہرے گا۔

۳۔ جب دین و قرآن سائنسی بنیاد پر لوگوں کے ایمان کو تازہ کرنے لگے گا تو ان کا مزاج فطری شعور کے بجائے سائنسی شعور بنتا چلا جائے گا اور ان لوگوں کے ایمان کو تازہ کرنے کے لیے روزانہ سائنسی دلیلیں مہیا کرنا ہوں گی اور بدلتی سائنس کے ساتھ تفسیری مطالب بھی بدلنے ہوں گے ورنہ لوگ غیر سائنسی تفسیر قبول نہ کریں گے۔

خلاصہ یہ کہ اچھی کاوش ہے مگر دین کا احترام و قبول فطری و نبوی طریقہ سے ہو نہ کہ سائنسی بنیادوں سے۔

تقریری اسلوب

ڈاکٹر کو اللہ تعالیٰ نے قوت بیان عطا فرمائی ہے اور آپ نے تقریر کو اہم ذریعہ تبلیغ بنایا ہے۔ اسی لیے آپ نے تفسیر منہاج القرآن میں بعض مقامات پر تقریری انداز اختیار کیا ہے اور اسی جذباتی تقریری انداز میں مادی اور روحانی انسان کے تقابل خصوصیات میں لکھتے ہیں۔

> ''جو محیر العقول کارنامے مادی انسان مادی ذرائع اور اسباب کی وساطت سے سرانجام دیتا ہے ان سے ہزار گنا بڑھ کر تصرفات کا مظاہرہ ایک روحانی انسان کر سکتا ہے۔۔۔۔۔۔ یہی وجہ ہے جب روحانی انسان (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) مدینہ میں منبر رسول ﷺ سے یا ساریۃ الجبل کی آواز بلند کرتا ہے تو بغیر سپیکر اور ٹیلی فون کے عراق میں نہاوند کی پہاڑیاں اس صدا سے گونج اٹھتی ہے۔ جب روحانی انسان (حضرت ابراہیم علیہ السلام) وادی مکہ میں کھڑے ہو کر اعلان حج کی ندا دیتا ہے تو عالم انسانیت کا ایک ایک گوشہ بلکہ ماؤں کے رحموں میں زیر تکمیل بچوں کے کان بھی اس صدا کو گونج اٹھتے ہیں۔ جب روحانی انسان (حضرت بلالؓ) زمین پر چلتا ہے۔ تو اس کی آہٹ جنت میں سنائی دیتی ہے۔ جب روحانی انسان (حضرت سلیمان علیہ السلام) توجہ کرتا ہے تو بغیر جہازوں کے تخت سلیمانی فضاؤں اور خلاؤں میں پرواز کرنے لگتا ہے۔ جب روحانی انسان (سرور کائنات ﷺ) نظر اٹھاتا ہے تو مسجد نبوی میں کھڑے ہو کر غزوہ موتہ کے احوال بیان کرتا ہے۔ حرم کعبہ سے (مسجد اقصیٰ کے) محراب اور طاقیں گن گن کر بتاتا ہے اور جب صلوۃ کسوف کے لیے جائے نماز پر کھڑا ہوتا ہے تو جنت میں انگوروں کے خوشوں کو اور دوزخ کے

> عذاب کے مناظر بیان کرتا ہے۔ منبر پر قیام فرما کر ابتدائے کائنات سے انتہائے کائنات کے حقائق تفصیل سے بیان کرتا ہے۔ اگر روحانی انسان عازم سفر ہوتا ہے تو قاب قوسین کی سیر کر کے چشم زدن میں لوٹ آتا ہے۔'' ۴۳

حالت حاضرہ

تفسیر منہاج القرآن میں مسلمانوں کی انفرادی اور اجتماعی اصلاح پر کئی مقامات میں زور دیا گیا ہے۔ یعنی حالات کے اعتبار سے مسلمانوں کو اپنا محاسبہ کرنا چاہیے اور غیر مسلم پالیسیوں کو جو مذہبی طور پر ہمیں نقصان پہنچا رہی ہیں روکنا چاہیے مثلاً یہود و نصاریٰ کے ساتھ تعلقات کے متعلق لکھتے ہیں۔

امت کے اہل فکر و قیادت کو جان لینا چاہیے کہ جب تک مسلمان اسلام کی راہ پر ہیں عالم یہودیت اور عالم عیسائیت دونوں ان سے کبھی خوش نہیں ہو سکتے خواہ مسلم ممالک ہزار مرتبہ ان کی پالیسیوں کی تائید کرتے رہیں مغربی سامراجی طاقتیں صرف اس وقت عالم اسلام یا کسی مسلم سلطنت سے خوش ہوں گی جب وہ اسلامی نظام اور اسلامی طرز حیات کی بات چھوڑ کر سیکولر ہو جائیں گے آج بنیاد پرستی اور غیر بنیاد پرستی کا جھگڑا اسی حوالے سے ہے حتی تتبع ملتھم اور لئن اتبعت اھوا ءھم کی صورت میں اگر مسلمان ان استعماری اور طاغوتی طاقتوں کا فلسفہ حیات اور ان کا عطا کردہ نظام مان لیں تو خدا کے عذاب اور تباہی سے نہیں بچ سکیں گے۔ ۴۴

مسلمانوں کو دعوت فکر و محاسبہ

اہل اسلام کی اصلاح کے حوالہ سے ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں۔

ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے شب روز پہ نظر ڈالتے ہوئے تجزیہ کریں کہ ہم کس مقام پر کھڑے ہیں اور ہمارا طرز عمل کیا ہے؟ ایمان کفر یا منافقت؟ ہم میں سے کتنوں کی جلوت خلوت سے مختلف ہے۔ عمل قول سے متصادم ہے۔ کردار پیغام سے متصادم ہے۔ سیرت فکر سے الگ الگ ہے رات دن سے ہم آہنگ نہیں نجی زندگی مجلسی زندگی سے سازگار نہیں الغرض ہم قدم قدم پر تضاد اور دوئی کا پیکر ہیں۔ سیرت و کردار کی یہ منافقت ہی ہماری زندگی میں نتائج پیدا کرنے میں رکاوٹ ہے۔

فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ (۴۵)

مثبت انداز فکر

تفسیر قرآن میں مسلم اور غیر مسلم افراد نے بعض مقامات پر اپنے مطالب اور اپنی مرضی کے احکام اخذ کیے ہیں۔ کہیں دیگر فرقوں کو گمراہ کافر کہا ہے۔ یعنی وہی بات کہ جو آیات کفار کے متعلق نازل ہوئی تھیں انہیں مسلمانوں پر منطبق کرنے کی کوشش کی گئی، یا غیر مسلموں کی طرف سے اسلام اور قرآن پاک پر اعتراض کیے گئے۔

قادری صاحب ایسے لوگوں کی منفی سوچ کے اس تفسیر میں مثبت جواب دیے ہیں۔

مثلاً بعض اہل اسلام اولیاء کرام کے ایصال ثواب کے لیے پکائے جانے والے کھانوں پر حکم حرام لگاتے ہیں۔ حالانکہ وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ میں نہیں آتے اس سے مراد صرف وہ جانور ہیں جو کفار مشرکین لات منات عزیٰ اور ہبل جیسے بتوں کے نام پر

ذبح کرتے اور بوقت ذبح با آواز بلند ان بتوں کے نام پکارتے تھے۔ قرآن مجید نے ایسے جانوروں کا کھانا حرام قرار دیا اور اس جگہ نقط تکبیر کے ساتھ ذبح کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ یہ مشرکانہ فعل تھا اگر آج بھی کوئی شخص تکبیر کی جگہ اسی طرح غیر اللہ کا نام لیکر جانور ذبح کرے تو اسکا کھانا حرام ہوگا تمام متقدمین اسلاف اور ائمہ تفسیر نے یہی معنی مراد لیا ہے۔ بزرگوں کے اعراس اور ان کے ختم ایصال وثواب کے کھانوں پر اس آیات کا اطلاق درست نہیں۔

عورت کی گواہی

قرآن مجید اور احادیث طیبہ میں عورت کی گواہی بعض شہادات میں مرد کے نصف ہے۔ یعنی دو مرد گواہ نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی نکاح، دَین وغیرہ میں مقبول ہے اس طرح عورت کی گواہی مرد کی گواہی کے نصف ہوئی اس پر غیر مسلموں کی طرف سے اعتراض ہوئے اور بعض مسلمان بھی اس سے مضطرب ہیں۔

ڈاکٹر صاحب نے سورۃ البقرہ کی آیت یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَایَنْتُمْ بِدَیْنٍ .... فَاِنْ لَّمْ یَکُوْنَا رَجُلَیْنِ فَرَجُلٌ وَّ امْرَاَتٰنِ. میں اس آیت کریمہ کی ایسی تفسیر فرمائی ہے کہ یہ اضطراب کافی حد تک دور ہو جاتا ہے۔ لیکن دین کے معاملے میں اگر دو مرد گواہی کے لیے میسر نہ ہوں تو ایک مرد کے ساتھ دو عورتوں کو گواہ بنایا جائے اور اگر تصفیہ کی ضرورت پڑے تو ایک عورت دوسری کے ساتھ گواہی میں شریک رہے۔ اگر ایک عورت بھول جائے تو دوسری اس کو یاد دلائے۔

چنانچہ توضیحاً فرماتے ہیں:

> عورت سرے سے گواہی کی مکلف ہی نہیں اصل ذمہ داری تو مردوں پر تھی اور گواہی کی صورت میں عدالت کے ماحول کی اجنبیت کے باعث طبعی تامل ذہنی بوجھ محسوس نہ کریں بلکہ دو ہونے کی صورت میں طبعی اپنائیت اور عملی سہولت کا ماحول محسوس کرے۔

اس طرح آیت دَین میں یہ مذکور نہیں کہ دونوں عورتیں گواہی دیں بلکہ دونوں کو گواہ بنایا جائے اس صورت میں اصل گواہ ایک عورت ہوگی دوسری کی حیثیت معاون کی سی ہوگی۔

یہ سہولت مرد کو میسر نہیں کہ اگر ایک بھول جائے تو دوسرے کی مدد نہیں لے سکتا بلکہ یہ گواہیاں علیحدگی میں ہوگی مگر عورتوں کے لیے حکم ہے کہ دونوں اکٹھی آئیں۔ مرد بھول جائے تو اس کی گواہی مشکوک ٹھہرے گی اور اگر عورت بھول جائے تو اس کی گواہی مشکوک نہ ہوگی بلکہ دوسری عورت سے رہنمائی لینے کا حق حاصل ہوگا۔ یہ خصوصی رعایت عورت کو دی گئی ہے مرد کو نہیں۔ اور یہ عورت کے حق شہادت کی تنصیف نہیں بلکہ اس کی عزت افزائی ہے۔ ۴۶